ماہ صفر المظفر

توہمات، روایات اور واقعات

جناب میر محمد حسین صاحب

قرآن مجید میں عقیدۂ توحید پر جتنا زور دیا گیا ہے، اتنا اسلام کے کسی دوسرے عقیدہ یا حکم پر نہیں دیا گیا۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ توحید وہ خشتِ اوّل ہے کہ اگر یہ کج رہ جاتی تو انسانی سیرت و کردار کی یہ عمارت ثریا تک پہنچ جانے کے باوجود کج ہوتی۔ قرآن مجید نے توحید خداوندی کے مختلف پہلوؤں کو اس تفصیل اور اس زوردار طریقے سے بیان کیا کہ شرک کی ہر آلائش کو انسان کے قلب و ذہن سے کھرچ کھرچ کر نکال دینے کی کوشش کی۔ اس نے نہ صرف اصنام، اشخاص، رسوم اور ہوائے نفس کی پرستش سے منع کیا بلکہ دورِ جاہلیت کی ہر طرح کی اوہام پرستی کا بھی استیصال کیا۔ کیونکہ اوہام پرستی جہاں ایک طرف اس تعقل و تفکر کی ضد تھی جس کی عادت قرآن انسان کو ڈالنا چاہتا تھا وہاں دوسری طرف اس شرف و عظمت کی بھی نفی کرتی تھی جو اللہ تعالیٰ نے بفحوائے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ انسان کو عطا کیا تھا اور جس کے ذریعے وہ اس گرفتارِ احساسِ کمتری کو کائنات پر اپنی بالادستی و برتری کا احساس دلانا چاہتا تھا۔

عرب طرح طرح کے جن توہمات میں گرفتار تھے، ان میں فال لینا، ستاروں سے اپنی قسمت وابستہ کرنا، بعض اشیا کو سعد (مبارک)، اور بعض کو نحس (منحوس) خیال کرنا بھی تھا۔ چنانچہ صفر کے مہینہ کو بھی وہ منحوس تصور کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مہینہ میں عمرہ کرنے کو ان کے ہاں ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا۔ ان میں مشہور تھا کہ اذا برء الدبر وعفی الاثر

وانسلخ صفر حلت العمرۃ کہ جب زخم بھر جائیں، نشان ہائے قدم مٹ جائیں اور ماہ صفر گذر جائے تو عمرہ جائز ہوتا ہے۔ اس مہینہ کو دیا گیا نام بھی ان کی اس نفرت کو ظاہر کرتا ہے جو ان کے دلوں میں، اس کو منحوس تصور کرتے ہوئے جاگزین ہو گئی تھی۔ کیونکہ صفر عربی زبان میں اس بیماری کا نام ہے جس میں آدمی کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے اور جسے یرقان بھی کہتے ہیں۔ صفر کا معنیٰ بھوک اور فاقہ بھی ہے۔ صفر پیٹ کے کیڑے کو بھی کہتے ہیں اور جاہل عربوں کے نزدیک وہ ایک سانپ ہوتا ہے جو اس بیماری کے وقت انسان کو کاٹتا تھا اور جس کی وجہ سے یہ بیماری بڑی تیزی کے ساتھ دوسروں کو بھی لگ جاتی تھی۔ ظاہر ہے صفر کے یہ تمام معانی توہم پرست عربوں کے نزدیک اپنے اندر ایک نحوست لیے ہوئے ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صفر کا معنیٰ خالی بھی ہوتا ہے اور لوگ اس مہینہ میں تہی دست ہو کر تلاشِ رزق میں دوسرے علاقوں کو نکل کھڑے ہوتے تھے اور ان کی بستیاں خالی ہو جاتی تھیں۔ بعض حضرات نے اس کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ قبائل اس ماہ میں باہم لڑتے تھے اور دشمن کو ہر چیز سے محروم و تہی دست کر دیتے تھے۔

غالباً اس مہینہ کی اسی تحقیر کا نتیجہ تھا کہ عرب اسے اپنی حیلہ سازیوں کا ذریعہ بنا لیتے تھے۔ محرم اشہر حرم یعنی ان چار مہینوں میں شامل ہے جن میں عربوں کے نزدیک جنگ کرنا ممنوع تھا اور وہ یہ مہینے تھے رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ مگر عربوں جیسی جنگجو قوم کے لیے مسلسل تین ماہ تک جنگ سے دست بردار رہنا مشکل ہو جاتا، اس لیے وہ محرم کی جگہ صفر کو شہر حرام قرار دے کر محرم سے جنگ کو جائز قرار دے لیتے تھے۔

احکامِ الٰہی میں حیلہ سازی کا یہ وہ عمل ہے جسے قرآن مجید نے نَسِیْٓءُ کہا ہے اور جسے کفر در کفر قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: انما النسیٓء زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلونہ عاما ویحرمونہ عاما لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ فیحلوا ما حرم اللہ۔ زین لھم سوٓء اعمالھم واللہ لا یھدی القوم الکفرین ہ

عربوں میں سب سے پہلے یہ حرکت بنو کنانہ کے تین آدمیوں میں سے بقول قتادہ عمرو بن یحییٰ اور بقول کلبی نعیم بن ثعلبہ اور بقول زہری حذیفہ بن عبید نے کی جسے قلمس بھی کہا جاتا ہے۔

قتادہ، قطرب اور طبری کہتے ہیں کہ عربوں نے صفر کو مستقل طور پہ اشہر حرم میں شامل کر کے ان کی تعداد پانچ کر دی تھی مگر قرطبی اس سے اتفاق نہیں کرتے۔

بہر حال یہ مسلمہ امر ہے کہ عرب ماہ صفر کو ایک منحوس مہینہ شمار کرتے تھے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان اپنی کمزور فطرت اور ضعیف الاعتقادی کے سبب ظہور پذیر ہونے والے ناخوشگوار و خوشگوار واقعات کو ان ساعتوں، دنوں، مہینوں یا سالوں کی طرف جن میں وہ ظہور پذیر ہوتے ہیں، یا ان اشخاص کی طرف جن کی موجودگی میں وہ پیش آتے ہیں، منسوب کر لیتا ہے اور اس طرح ان سب کو منحوس یا سعید تصور کرنے لگ جاتا ہے اور انہی امور کو ان واقعات کی عللِ حقیقیہ تصور کرنے لگتا ہے جب کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ان میں سے کوئی چیز بھی بذاتِ خود نہ نحس ہے نہ سعد۔ یہ واقعات صرف اور صرف مشیت و ارادہ ایزدی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

بے شک قرآن مجید نے بھی بعض راتوں کو مبارک اور بعض ایام کو منحوس قرار دیا ہے۔ مثلاً جس رات کو قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اُسے لیلۃ مبارکۃ کہا گیا ہے۔ سورۃ الدخان میں ہے: انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین۔ اور سورۂ حم السجدہ میں قومِ عاد پہ نازل ہونے والے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: فارسلنا علیھم ریحاً صرصراً فی ایام نحسات لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا۔

لیکن یہ وہ برکت ہے جو اس رات کو نزولِ قرآن جیسے عظیم الشان واقعہ کے بعد اور اس کی بدولت حاصل ہوئی۔ ایسے ہی قوم عاد کی زندگی کے آخری آٹھ ایام، ان پہ عذاب نازل ہونے کے بعد اور اس کی وجہ سے منحوس قرار پائے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ رات بذاتِ خود پہلے سے ہی بابرکت تھی یا یہ ایام روزِ ازل ہی سے منحوس و نامبارک تھے۔

جب کہ ضعیف الاعتقاد اقوام و اشخاص کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی ستارہ، گھڑی، دن سال، انسان یا دوسری مخلوق بذاتِ خود منحوس یا مبارک ہے اور اسی کی وجہ سے ناخوشگوار اور خوشگوار واقعات ظہور میں آتے ہیں۔ عرب انہیں توہمات کا شکار تھے اور ماہ صفر کے متعلق بھی ایسی ہی مشرکانہ توہم پرستی میں مبتلا تھے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے زوردار طریقے سے اس کی نفی کی اور فرمایا: لا عدوٰی ولا ھامۃ ولا صفر اور بعض احادیث میں ولا طیرۃ کا بھی اضافہ ہے کہ امراض کے متعدی ہونے، اُلو کو منحوس تصور کرنے اور ماہ صفر کے نامسعود ہونے کے بارے میں تم جن توہمات کا شکار ہو، ان کی کوئی حقیقت نہیں، اسی طرح بدشگونی بھی بے اصل و بے بنیاد ہے۔

مگر افسوس! کہ قرآن مجید میں توحید اور ردّ شرک پر اس قدر زور دیے جانے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے سعد و نحس کے اس شیطانی چکر کی پُرزور تردید کے باوجود جاہل عربوں کی طرح آج کے مسلمان بھی انھی طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہیں اور طابق النعل بالنعل کی حد یہ ہے کہ عربوں کی طرح وہ بھی ماہ صفر کو ایک نامبارک مہینہ تصور کرتے ہیں۔ خاص طور پر صفر کے پہلے تیرہ دنوں کو۔ برِعظیم میں ان کو تیرہ تیزی کہا جاتا ہے اور انہیں منحوس سمجھا جاتا ہے اور ان کی نحوست سے بچنے کے لیے اس ماہ کے آخری چہارشنبہ کو روزہ رکھا جاتا ہے جسے چوری روزہ کہتے ہیں اور چوری تیار کر کے یا گھونگنیاں پکا کر لوگوں کو کھلائی جاتی ہیں حالانکہ ان کی کوئی اصل و بنیاد نہیں۔

اس توہم کی بنیاد غالباً یہ واقعہ ہے کہ اس کے آخری دنوں ۲۸، ۲۹ کو بروز چہارشنبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخار اور درد سر میں مبتلا ہو گئے۔ یہ مرض جان لیوا ثابت ہوا اور آخر ۱۲ ربیع الاول کو آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

بے شک اس ماہ کے آخر میں نہ صرف حضور بعارضہ بخار مبتلا ہوئے بلکہ واقدی اور ابن سعد کی روایت کے مطابق صفر ۴ھ میں حادثہ رجیع پیش آیا جس میں عضل و قارہ قبائل کے کچھ لوگوں نے حضورؐ سے ان کے ہاں مبلغین بھیجنے کی درخواست کی۔ حضورؐ نے درخواست قبول کرتے ہوئے مبلغین بھیج دیے، مگر جب وہ بنی لحیان کی بستیوں کے قریب

پہنچے تو انہیں قتل کر دیا گیا۔ صرف خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ کو زندہ قریش کے حوالے کر دیا گیا۔ بیر معونہ کا حادثہ فاجعہ بھی اسی ماہ میں پیش آیا جس میں بہت سے قراء کو تبلیغ کے لیے بلا کر راستے میں دھوکے سے قتل کر دیا گیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اس ماہ میں کئی ایک خوشگوار واقعات بھی ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک روایت کے مطابق ماہ صفر کے آخر میں حضرت فاطمہ کا نکاح ہوا۔ اگر یہ مہینہ منحوس ہوتا تو حضورؐ اپنی لختِ جگر کا نکاح اس مہینہ میں کیوں کرتے۔ اسی طرح اسلام کا سب سے پہلا غزوہ جسے غزوہ ابواء یا غزوہ ودّان بھی کہتے ہیں بروایت واقدی، ابن اسحاق، ابن سعد اور طبری صفر ہی میں ہوا۔ بنو قینقاع جیسے اسلام دشمن یہودیوں کا محاصرہ بھی حضورؐ نے اسی ماہ صفر کی ۷، ۹ تاریخ کو کیا۔ غزوہ خیبر اگرچہ شروع تو پہلے ہی ہو چکا تھا مگر اس کا اختتام ابن اسحاق کی روایت کے مطابق صفر ۷ھ کے اوائل میں ہوا۔ ظاہر ہے کہ یہ اسلام کی ایک بہت بڑی فتح تھی اور پھر حضورؐ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے دستِ مبارک سے حضرت اسامہؓ کو جھنڈا دے کر رومیوں سے جہاد کے لیے جو جیش روانہ کیا تھا وہ صفر ہی کے مہینے میں روانہ کیا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ ماہ صفر میں اگر کچھ ناخوشگوار واقعات پیش آئے تو اس سے یہ تصور نہ کر لینا چاہیے کہ معاذ اللہ یہ مہینہ نحس ہے کیونکہ اس ماہ میں کئی خوشگوار واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے ہیں اور اسلامی سال کا ہر مہینہ ایسے ہی دو گونہ واقعات سے بھرا ہوا ہے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ
وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ